لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا
اٰلِهَةً ۚ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ
فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ
مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

دیں[1] اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کرلیں۔[2] (۲۷)

پس قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ وہ تو ان سے کھو گئے' (بلکہ دراصل) یہ ان کا محض جھوٹ اور (بالکل) بہتان تھا۔[3] (۲۸)

اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں' پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ'[4] پھر جب پڑھ کر ختم

---

(۱) آس پاس سے عاد' ثمود اور لوط کی وہ بستیاں مراد ہیں جو حجاز کے قریب ہی تھیں اور یمن اور شام و فلسطین کی طرف آتے جاتے ان سے ان کا گزر ہوتا تھا۔

(۲) یعنی ہم نے مختلف انداز سے اور مختلف نوع کے دلائل ان کے سامنے پیش کیے کہ شاید وہ توبہ کرلیں۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

(۳) یعنی جن معبودوں کو وہ تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے' انہوں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی' بلکہ وہ اس موقعے پر آئے ہی نہیں' بلکہ گم رہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بتوں کو الٰہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں بارگاہ الٰہی میں قرب کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔ اللہ نے اس وسیلے کو یہاں افک (جھوٹ) اور افترا (بہتان) قرار دے کر واضح فرمادیا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

(۴) صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکہ کے قریب نخلہ وادی میں پیش آیا' جہاں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنوں کو تجسس تھا کہ آسمان پر ہم پر بہت زیادہ سختی کردی گئی ہے اور اب ہمارا وہاں جانا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے' کوئی بہت ہی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جس کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ مشرق و مغرب کے مختلف اطراف میں جنوں کی ٹولیاں واقعے کا سراغ لگانے کے لیے پھیل گئیں۔ ان ہی میں سے ایک ٹولی نے یہ قرآن سنا اور یہ بات سمجھ لی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہ واقعہ ہی ہم پر آسمان کی بندش کا سبب ہے۔ اور جنوں کی یہ ٹولی آپ پر ایمان لے آئی اور جا کر اپنی قوم کو بھی بتلایا (مسلم' کتاب الصلوٰۃ' باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن۔ صحیح بخاری میں بھی بعض باتوں کا تذکرہ ہے۔ کتاب مناقب الانصار' باب ذکر الجن) بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ جنوں کی دعوت پر ان کے ہاں بھی تشریف لے گئے اور انہیں جا کر اللہ کا پیغام سنایا' اور متعدد مرتبہ جنوں کا وفد

ہو گیا[1] تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے۔(۲۹)

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔(۳۰)

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ[2] تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔[3] (۳۱)

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ

اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا،[4]

---

آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔(فتح الباری، تفسیر ابن کثیر وغیرہ)

(۱) یعنی آپ ﷺ کی طرف سے تلاوت قرآن ختم ہو گئی۔

(۲) یہ جنوں نے اپنی قوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔اس سے قبل قرآن کریم کے متعلق بتلایا کہ یہ تورات کے بعد ایک اور آسمانی کتاب ہے جو سچے دین اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

(۳) یہ ایمان لانے کے وہ فائدے بتلائے جو آخرت میں انہیں حاصل ہوں گے۔ مِنْ ذُنُوبِكُمْ میں مِنْ تبعیض کے لیے ہے یعنی بعض گناہ معاف فرما دے گا اور یہ وہ گناہ ہوں گے جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو گا۔کیوں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ثواب و عقاب اور اوامر و نواہی میں جنات کے لیے بھی وہی حکم ہے جو انسانوں کے لیے ہے۔

اس امر میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات میں جنوں میں سے رسول بھیجے یا نہیں؟ ظاہر آیات قرآنیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنات میں کوئی رسول نہیں ہوا، تمام انبیا و رسل علیہم السلام انسان ہی ہوئے ہیں ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (النحل ۴۳) ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ (سورۃ الفرقان - ۲۰) ان آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ جتنے بھی رسول ہوئے، وہ انسان تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح انسانوں کے لیے رسول تھے اور ہیں، اسی طرح جنات کے رسول بھی آپ ﷺ ہی ہیں اور آپ ﷺ کے پیغام کو بھی جنات تک پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کے اس مقام سے ظاہر ہے۔

(۴) یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ زمین کی وسعتوں میں اس طرح گم ہو جائے کہ اللہ کی گرفت میں نہ آسکے۔

مِنْ دُونِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۳۲

نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے،[1] یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔(۳۲)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۳۳

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا' وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔[2] (۳۳)

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۳۴

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جس دن جہنم کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے؟ تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی[3] (حق ہے) (اللہ) فرمائے گا' اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔[4] (۳۴)

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۳۵

پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو،[5] یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے

---

(۱) جو اسے اللہ کے عذاب سے بچالیں۔ مطلب یہ ہوا کہ نہ وہ خود اللہ کی گرفت سے بچنے پر قادر ہے نہ کسی دوسرے کی مدد سے ایسا ممکن ہے۔

(۲) رأی سے' رؤیت قلبی مراد ہے' یعنی کیا انہوں نے نہیں جانا۔ أَلَمْ يَعْلَمُوْا یا أَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا' کہ جو اللہ آسمان و زمین کو پیدا کرنے والا ہے' جن کی وسعت و بے کرانی کی انتہا نہیں ہے اور وہ ان کو بنا کر تھکا بھی نہیں۔ کیا وہ مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے' اس لیے کہ وہ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی صفت سے متصف ہے۔

(۳) وہاں اعتراف ہی نہیں کریں گے بلکہ اپنے اس اعتراف پر قسم کھا کر اسے مؤکد کریں گے۔ لیکن اس وقت کا یہ اعتراف بے فائدہ ہے' کیونکہ مشاہدے کے بعد اعتراف کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اعتراف نہیں تو' کیا انکار کریں گے؟

(۴) اس لیے کہ جب ماننے کا وقت تھا' اس وقت مانا نہیں' یہ عذاب اسی کفر و انکار کا بدلہ ہے' جو اب تمہیں بھگتنا ہی بھگتنا ہے۔

(۵) یہ کفار مکہ کے رویے کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے اور صبر کرنے کی تلقین کی جارہی ہے۔

گا کہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے[1] تھے، یہ ہے پیغام پہنچا[2] دینا، پس بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا۔[3] (۳۵)

## سُوْرَةُ مُحَمَّد

سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدنی ہے اور اس میں اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا[4] اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔[5] (۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ②

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی[6] ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا (دین) بھی وہی

---

(۱) قیامت کا ہولناک عذاب دیکھنے کے بعد انہیں دنیا کی زندگی ایسے ہی معلوم ہو گی جیسے دن کی صرف ایک گھڑی یہاں گزار کر گئے ہیں۔

(۲) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ أَيْ: هٰذَا الَّذِيْ وَعَظْتَهُمْ بِهِ بَلَاغٌ یہ وہ نصیحت یا پیغام ہے جس کا پہنچانا تیرا کام ہے۔

(۳) اس آیت میں بھی اہل ایمان کے لیے خوش خبری اور حوصلہ افزائی ہے کہ ہلاکت اخروی صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اللہ کے نافرمان اور اس کی حدود پامال کرنے والے ہیں۔

☆ تفسیر سورۃ محمد ﷺ اس کا دوسرا نام القتال بھی ہے۔

(۴) بعض نے اس سے مراد کفار قریش اور بعض نے اہل کتاب لیے ہیں۔ لیکن یہ عام ہے ان کے ساتھ سارے ہی کفار اس میں داخل ہیں۔

(۵) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو سازشیں کیں، اللہ نے انہیں ناکام بنا دیا اور انہی پر ان کو الٹ دیا۔ دوسرا مطلب ہے کہ ان میں جو بعض مکارم اخلاق پائے جاتے تھے، مثلاً صلۂ رحمی، قیدیوں کو آزاد کرنا، مہمان نوازی وغیرہ یا خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت۔ ان کا کوئی صلہ انہیں آخرت میں نہیں ملے گا۔ کیونکہ ایمان کے بغیر اعمال پر اجر و ثواب مرتب نہیں ہو گا۔

(۶) ایمان میں اگرچہ وحی محمدی یعنی قرآن پاک پر ایمان لانا بھی شامل ہے لیکن اس کی اہمیت اور شرف کو مزید واضح اور

ہے' اللہ نے ان کے گناہ دور کر دیئے [۱] اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔ [۲] (۲)

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

یہ اس لیے [۳] کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے۔ [۴] (۳)

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ

تو جب کافروں سے تمہاری مڈ بھیڑ ہو تو گردنوں پر وار مارو۔ [۵] جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قیدوبند سے گرفتار کرو' [۶] (پھر اختیار ہے) کہ خواہ

---

نمایاں کرنے کے لیے اس کا علیحدہ بھی ذکر فرمادیا۔

(۱) یعنی ایمان لانے سے قبل کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف فرمادیں۔ جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے کہ "اسلام ماقبل کے سارے گناہوں کو مٹادیتا ہے"۔(صحیح الجامع الصغیر لألبانی)

(۲) بَالَهُمْ : کے معنی أَمْرَهُمْ' شَأْنَهُمْ' حَالَهُمْ' یہ سب متقارب المعنی ہیں۔ مطلب ہے کہ انہیں معاصی سے بچاکر رشدوخیر کی راہ پر لگادیا' ایک مومن کے لیے اصلاح حال کی یہی سب سے بہتر صورت ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ مال و دولت کے ذریعے سے ان کی حالت درست کر دی۔ کیونکہ ہر مومن کو مال ملتا بھی نہیں' علاوہ ازیں محض دنیوی مال اصلاح احوال کا یقینی ذریعہ بھی نہیں' بلکہ اس سے فساد احوال کا زیادہ امکان ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت مال کو پسند نہیں فرمایا۔

(۳) ذٰلِكَ' یہ مبتدا ہے' یا خبر ہے مبتدا محذوف کی أَيْ :اَلْأَمْرُ ذٰلِكَ یہ اشارہ ہے ان وعیدوں اور وعدوں کی طرف جو کافروں اور مومنوں کے لیے بیان ہوئے۔

(۴) تاکہ لوگ اس انجام سے بچیں جو کافروں کا مقدر ہے اور وہ راہ حق اپنائیں جس پر چل کر ایمان والے فوزوفلاح ابدی سے ہمکنار ہوں گے۔

(۵) جب دونوں فریقوں کا ذکر کر دیا تو اب کافروں اور غیر معاہد اہل کتاب سے جہاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ قتل کرنے کے بجائے۔ گردنیں مارنے کا حکم دیا' کہ اس تعبیر میں کفار کے ساتھ غلظت و شدت کا زیادہ اظہار ہے۔ (فتح القدیر)

(۶) یعنی زور دار معرکہ آرائی اور زیادہ سے زیادہ ان کو قتل کرنے کے بعد' ان کے جو آدمی قابو میں آجائیں' انہیں قیدی بنالو اور مضبوطی سے انہیں جکڑ کر رکھو تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔

| | |
|---|---|
| أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ | احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ [1] لے کر تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ [2] یہی حکم ہے [3] اور اگر اللہ چاہتا تو (خود) ہی ان سے بدلہ لے لیتا' [4] لیکن (اس کا منشا یہ ہے) کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعہ سے لے لے' [5] جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ [6] (۴) |
| سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ | انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا۔ [7] (۵) |
| وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ | اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے۔ [8] (۶) |

---

(۱) مَنّ کا مطلب ہے بغیر فدیہ لیے بطور احسان چھوڑ دینا اور فداء کا مطلب' کچھ معاوضہ لے کر چھوڑنا ہے۔ قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا گیا جو صورت' حالات کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زیادہ بہتر ہو وہ اختیار کر لی جائے۔

(۲) یعنی کافروں کے ساتھ جنگ ختم ہو جائے' یا مراد ہے کہ محارب دشمن شکست کھا کر یا صلح کر کے ہتھیار رکھ دے یا اسلام غالب آجائے اور کفر کا خاتمہ ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ صورت حال نہ ہو جائے' کافروں کے ساتھ تمہاری معرکہ آرائی جاری رہے گی جس میں تم انہیں قتل بھی کرو گے قیدیوں میں تمہیں مذکورہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ بعض کہتے ہیں' یہ آیت منسوخ ہے اور سوائے قتل کے کوئی صورت باقی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے۔ اور امام وقت کو چاروں باتوں کا اختیار ہے' کافروں کو قتل کرے یا قیدی بنائے۔ قیدیوں میں سے جس کو یا سب کو چاہے بطور احسان چھوڑ دے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔ (فتح القدیر)

(۳) یا تم اسی طرح کرو' اَفْعَلُوا ذٰلِكَ 'یا ذٰلِكَ حُكْمُ الْكُفَّارِ

(۴) مطلب کافروں کو ہلاک کر کے یا انہیں عذاب میں مبتلا کر کے۔ یعنی تمہیں ان سے لڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

(۵) یعنی تمہیں ایک دوسرے کے ذریعے سے آزمائے تاکہ وہ جان لے کہ تم میں سے اس کی راہ میں لڑنے والے کون ہیں؟ تاکہ ان کو اجر و ثواب دے اور ان کے ہاتھوں سے کافروں کو ذلت و شکست سے دوچار کرے۔

(۶) یعنی ان کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرمائے گا۔

(۷) یعنی انہیں ایسے کاموں کی توفیق دے گا جن سے ان کے لیے جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔

(۸) یعنی جسے وہ بغیر رہنمائی کے پہچان لیں گے اور جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو از خود ہی اپنے اپنے گھروں میں جا داخل ہوں گے۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اس

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا[1] اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔[2] (۷)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸

اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔(۸)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹

یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے،[3] پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔[4] (۹)

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معاینہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟[5] اللہ نے

---

ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک جنتی کو اپنے جنت والے گھر کے راستوں کا اس سے کہیں زیادہ علم ہو گا، جتنا دنیا میں اسے اپنے گھر کا تھا"۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ)

(۱) اللہ کی مدد کرنے سے مطلب، اللہ کے دین کی مدد ہے۔ کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے دین کی مدد اپنے مومن بندوں کے ذریعے سے ہی کرتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و دعوت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے یعنی انہیں کافروں پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی روشن تاریخ ہے، وہ دین کے ہو گئے تھے تو اللہ بھی ان کا ہو گیا تھا، انہوں نے دین کو غالب کیا تو اللہ نے انہیں بھی دنیا پر غالب فرما دیا۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ﴾ (الحج، ۴۰) اللہ اس کی ضرور مدد فرماتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے"۔

(۲) یہ لڑائی کے وقت تَثْبِيْتُ أَقْدَامٍ یہ عبارت ہے مواطن حرب میں نصرو معونت سے۔ بعض کہتے ہیں اسلام، یا پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔

(۳) یعنی قرآن اور ایمان کو انہوں نے ناپسند کیا۔

(۴) اعمال سے مراد، وہ اعمال ہیں جو صورۃ اعمال خیر ہیں لیکن عدم ایمان کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان پر اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

(۵) جن کے بہت سے آثار ان کے علاقوں میں موجود ہیں۔ نزول قرآن کے وقت بعض تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات اور آثار موجود تھے، اس لیے انہیں چل پھر کر ان کے عبرت ناک انجام دیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی کہ شاید ان کو دیکھ کر ہی یہ ایمان لے آئیں۔

مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾

انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں۔[۱] (۱۰)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

وہ اس لیے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لیے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔[۲] (۱۱)

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۖ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو لوگ کافر ہوئے وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپایوں کے کھا رہے ہیں،[۳] ان کا (اصل) ٹھکانا جہنم ہے۔ (۱۲)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

ہم نے کتنی بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے زیادہ تھیں جس سے تجھے نکالا ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے، جن کا مددگار کوئی نہ اٹھا۔ (۱۳)

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

کیا "پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے؟ جس کے لیے اس کا برا

---

(۱) یہ اہل مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ تم کفر سے باز نہ آئے تو تمہارے لیے بھی ایسی ہی سزا ہو سکتی ہے؟ اور گزشتہ کافر قوموں کی ہلاکت کی طرح، تمہیں بھی ہلاکت سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔

(۲) چنانچہ جنگ احد میں کافروں کے نعروں کے جواب میں مسلمانوں نے جو نعرے بلند کیے۔ مثلاً اُعْلُ هُبَلْ، اُعْلُ هُبَلْ (ھبل بت کا نام بلند ہو) کے جواب میں اللهُ أَعْلَىٰ وأَجَلُّ، کافروں کے انہی نعروں میں سے ایک نعرے لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُم کے جواب میں مسلمانوں کا نعرہ تھا اللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَىٰ لَكُمْ (صحیح بخاری، غزوۂ اُحد) "اللہ ہمارا مددگار ہے، تمہارا کوئی مددگار نہیں"۔

(۳) یعنی جس طرح جانوروں کو پیٹ اور جنس کے تقاضے پورے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ یہی حال کافروں کا ہے، ان کا مقصد زندگی بھی کھانے پینے کے علاوہ کچھ نہیں، آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں۔ اس سے ضمناً کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت کا بھی اثبات ہوتا ہے، جس کا آج کل دعوتوں میں عام رواج ہے کیوں کہ اس میں بھی جانوروں سے مشابہت ہے جسے کافروں کا شیوہ بتلایا گیا ہے۔ احادیث میں کھڑے کھڑے پانی پینے سے نہایت سختی سے منع کیا گیا ہے، جس سے کھڑے کھڑے کھانے کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر کھانے سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔ دیکھئے زادالمعاد۔

وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

کام مزین کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو؟ [1] (۱۴)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿۱۵﴾

اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں، [2] اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا، [3] اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے [4] اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں [5] اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور

---

(۱) برے کام سے مراد، شرک و معصیت ہیں، مطلب وہی ہے جو پہلے بھی متعدد جگہ گزر چکا ہے کہ مومن و کافر، مشرک و موحد اور نیکو کار و بدکار برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک کے لیے اللہ کے ہاں اجر وثواب اور جنت کی نعمتیں ہیں، جب کہ دوسرے کے لیے جہنم کا ہولناک عذاب۔ اگلی آیت میں دونوں کا انجام بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلے اس جنت کی خوبیاں اور محاسن، جس کا وعدہ متقین سے ہے۔

(۲) آسِنٍ کے معنی، متغیر۔ یعنی بدل جانے والا، غیر آسن نہ بدلنے والا۔ یعنی دنیا میں تو پانی کسی ایک جگہ کچھ دیر پڑا رہے تو اس کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اور اس کی بو اور ذائقے میں تبدیلی آجاتی ہے جس سے وہ مضر صحت ہو جاتا ہے۔ جنت کے پانی کی یہ خوبی ہو گی کہ اس میں کوئی تغیر نہیں ہو گا۔ یعنی اس کی بو اور ذائقے میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ جب پیو، تازہ، مفرح اور صحت افزا جب دنیا کا پانی خراب ہو سکتا ہے تو شریعت نے اسی لیے پانی کی بابت کہا ہے کہ یہ پانی اس وقت تک پاک ہے، جب تک اس کا رنگ یا بو نہ بدلے، کیونکہ رنگ یا بو متغیر ہونے کی صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۳) جس طرح دنیا میں وہ دودھ بعض دفعہ خراب ہو جاتا ہے جو گایوں، بھینسوں اور بکریوں وغیرہ کے تھنوں سے نکلتا ہے۔ جنت کا دودھ چونکہ اس طرح جانوروں کے تھنوں سے نہیں نکلے گا، بلکہ اس کی نہریں ہوں گی، اس لیے، جس طرح وہ نہایت لذیذ ہو گا، خراب ہونے سے بھی محفوظ ہو گا۔

(۴) دنیا میں جو شراب ملتی ہے، وہ عام طور پر نہایت تلخ، بدمزہ اور بدبودار ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اسے پی کر انسان بالعموم حواس باختہ ہو جاتا ہے، اول فول بکتا ہے اور اپنے جسم تک کا ہوش اسے نہیں رہتا۔ جنت کی شراب دیکھنے میں حسین، ذائقے میں اعلیٰ اور نہایت خوشبودار ہو گی اور اسے پی کر کوئی انسان بہکے گا، نہ کوئی گرانی محسوس کرے گا۔ بلکہ ایسی لذت و فرحت محسوس کرے گا جس کا تصور اس دنیا میں ممکن نہیں جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ (سورۃ الصافات-۴۷) "نہ اس سے چکر آئے گا نہ عقل جائے گی"۔ مزید دیکھئے (سورۃ الواقعہ-۱۹)

(۵) یعنی شہد میں بالعموم جن چیزوں کی آمیزش کا امکان رہتا ہے، جس کا مشاہدہ دنیا میں عام ہے جنت میں ایسا کوئی اندیشہ

ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے' کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ [1] (۱۵)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ۝۱۶

اور ان میں بعض (ایسے بھی ہیں کہ) تیری طرف کان لگاتے ہیں' یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی ولاپرواہی کے) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ [2] یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ (۱۶)

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝۱۷

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے۔ [3] (۱۷)

---

نہیں ہو گا۔ بالکل صاف شفاف ہو گا' کیونکہ یہ دنیا کی طرح مکھیوں سے حاصل کردہ نہیں ہو گا' بلکہ اس کی بھی نہریں ہوں گی۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب بھی تم سوال کرو تو جنت الفردوس کی دعا کرو' اس لیے کہ وہ جنت کا درمیانہ اور اعلیٰ درجہ ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے (صحیح بخاری' کتاب الجہاد' باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ)

(۱) یعنی جن کو جنت میں وہ اعلیٰ درجے نصیب ہوں گے جو مذکور ہوئے کیا وہ ایسے جہنمیوں کے برابر ہیں جن کا یہ حال ہو گا؟ ظاہر بات ہے ایسا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایک درجات میں ہو گا اور دوسرا درکات (جہنم) میں۔ ایک نعمتوں میں داد طرب و عیش دے رہا ہو گا' دوسرا عذاب جہنم کی سختیاں جھیل رہا ہو گا۔ ایک اللہ کا مہمان ہو گا جہاں انواع و اقسام کی چیزیں اس کی تواضع اور اکرام کے لیے ہوں گی اور دوسرا اللہ کا قیدی' جہاں اس کو کھانے کے لیے زقوم جیسا تلخ و کسیلا کھانا اور پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ ببیں تفاوت رہ ☆ از کجاست تا بہ کجا۔

(۲) یہ منافقین کا ذکر ہے' ان کی نیت چونکہ صحیح نہیں ہوتی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں وہ مجلس سے باہر آکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

(۳) یعنی جن کی نیت ہدایت حاصل کرنے کی ہوتی ہے تو اللہ ان کو ہدایت کی توفیق بھی دے دیتا ہے اور ان کو اس پر ثابت قدمی بھی عطا فرماتا ہے۔